طارق محمود

مجلّہ عثمانیہ: ایک عہد ساز مجلّہ

Although various person shared in the development of Urdu language and literature yet the role of literary journals has its own significance. Countless research journals were introduced in the 20th century. One of them is Mujala Usmania, i.e a significant and historic one. Every journal bore articals on different topics in their special edition. In this arena the influences and efforts of Mujala Usmania are unforgetable. In this article, it is inlended to critically evaluate a few of special or Khas numbers of this very Mujala, i.e. Mujala Usmania.

اردو زبان وادب کے فروغ میں رسائل کے بنیادی کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ صوفیا کرام کے دور سے ہی اردو کی نشوونما کے لیے مختلف رسائل شائع ہونا شروع ہوئے۔ ان دینی، علمی اور ادبی رسائل کے مثبت اثرات کو آج بھی بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں اردو کے تحقیقی وتنقیدی رسائل نے خوب ترقی کی اور علم وادب کی ترویج کا بنیادی حوالہ بن گئے۔ یوں نجی اور سرکاری سرپرستی میں جاری ہونے والے رسائل وجرائد نے اپنے نظریات کے پرچار کے ساتھ ادب دوستی کا حق بھی بھرپور طریقے پر ادا کیا۔ ان رسائل نے مختلف موضوعات اور متعدد اہم شخصیات کی علمی وادبی اور سماجی حیثیت کے پیش نظر خاص اشاعتیں بھی پیش کیں۔ اس مضمون میں سبھی رسائل کے خاص شماروں کا تفصیلی تحقیقی وتنقیدی جائزہ ممکن نہیں۔ یہاں صرف جامعہ عثمانیہ کے تاریخی رسالے ''مجلّہ عثمانیہ'' کی خصوصی اشاعتوں کے حوالہ سے بات کی جائے گی۔

بیسویں صدی کے اہم اور نادر کارموں میں جامع عثمانیہ کا قیام ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے۔ بہمنی عہد، پھر اس کا شیرازہ منتشر ہونے کے بعد بننے والی پانچوں ریاستوں اور آخر میں مملکت آصفیہ نے جس طرح علمی وادبی ترقی میں حصہ لیا۔ وہ ایک عنقا مثال ہے۔ جامعہ عثمانیہ کو عمومی طور پر پہلی اردو یونیورسٹی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ جہاں سبھی مضامین (سائنس و آرٹس) اردو میں پڑھائے جاتے تھے۔ جس طرح مختلف اداروں نے اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا اُسی طرح مختلف نوعیت کے جاری ہونے والے رسائل نے بھی اس کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا۔ اِسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جامعہ عثمانیہ کے لیے ایک ادبی اور علمی مجلّہ ''مجلّہ عثمانیہ ۱۹۲۷ء'' کا اجراء عمل میں لایا گیا۔ فروری ۱۹۲۷ء میں اِس کی پہلی جلد میں شامل مقالات اپنے تحقیقی وتنقیدی معیار کے باعث ادبی حلقوں میں سراہے گئے۔ جو اس رسالے کے معیار کا اولین نقش تھا۔

مختلف اہم مواقع پر قریب قریب ہر رسالہ خاص نمبر شائع کیا کرتا ہے جو کبھی کسی شخصیت سے متعلق ہوتا ہے تو کبھی کسی صنف کے حوالے سے اور کبھی کسی خاص ادبی رجحان کے حوالے سے مجلّہ عثمانیہ کے خاص نمبر منفرد حیثیت رکھتے ہیں جو کسی مخصوص مدت کے بعد نہیں آتے تھے۔ تاہم مجلّہ عثمانیہ نے بھی چند اہم خاص نمبر شائع کیے جو دیگر ادبی رسائل سے یکسر مختلف ہیں۔ ادبی رسائل اور خاص طور پر کسی بھی تعلیمی ادارے کی جانب سے جاری ہونے والے رسائل میں فروری ۱۹۲۷ء میں منظرِ عام پر آنے والا ''مجلّہ عثمانیہ'' اپنے عہد کا سب سے سربرآوردہ رسالہ تھا۔ اس نے نئے ادیبوں کے فن کو نکھارنے اور ان کی

حوصلہ افزائی کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ کسی بھی عہد میں شائع ہونے والے نمائندہ رسائل اپنے عہد کے لیے دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خاص نمبر کی اشاعت میں جہاں دیگر رسائل کو اوّلیت حاصل تھی وہاں مجلّہ عثمانیہ بھی اس سفر پر گامزن ہوا۔ مجلّہ کے خاص نمبر اس دور کے یا بعد کے دوسرے ادبی پرچوں کی عام روش سے ہٹ کر تھے۔ ان میں طلبائے قدیم نمبر، جشن سیمیں نمبر، مہاراجہ نمبر، سر اکبر حیدری نمبر، جلیل نمبر، عہد جدید نمبر، جامعہ عثمانیہ نمبر، دکنی ادب نمبر اور مقالہ نمبر شامل ہیں۔ مجلّہ نے اپنے پہلے خاص نمبر ''طلبائے قدیم نمبر'' سے اس اعلامیہ کی تصدیق کی جس میں کہا گیا تھا کہ جامعہ عثمانیہ کا یہ ادبی رسالہ طلباء کا ہے اور طلباء کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جاری کیا جارہا ہے۔ مجلّہ کے اس پہلے نقش نے ایک بار پھر برتری کا سہرا اس کے سر پر سجا دیا۔ مجلّہ کی ادارت کا کلی انتظام طلباء کے ہاتھ میں تھا۔ مجلّہ کے خصوصی شماروں میں حیدرآباد دکن کی ہی شخصیات اور شعرو ادب میں کارہائے نمایاں ادا کرنے والے خصوصی نمبر کی روایت میں شامل ہیں۔

طلبائے قدیم نمبر، جلد ۶ شمارہ ۳، ۴

مدیر: بدرالدین شکیب نائب مدیر: حسن اصغر صفحات: ۳۱۳

اس رسالے کا پہلا خصوصی نمبر ''طلبائے قدیم نمبر'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے بارے میں مدیر پیش لفظ لکھتے ہیں:

> ''مجلّہ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۶ء☆ سے اربابِ علم کی خدمت میں پیش ہوتا رہا ہے اور یہ پہلی مرتبہ ہے کہ اس کی خاص اشاعت ''طلبائے قدیم نمبر'' کے نام سے پیش کی جارہی ہے۔''(۱)

ایک ایسے وقت میں رسالے کا اجراء ہوا جب جامعہ کی عمر اپنی دو دہائیاں مکمل کرنے کے قریب تھی اور اس وقت تک بہت سے طلباء یہاں سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ اس قلیل عرصہ میں جامعہ نے بہت سے ممتاز طالب علم پیدا کئے۔ ان کی ایک کثیر تعداد فنون اور ادبیات، سائنس اور کیمیکل کے شعبوں میں امتیاز حاصل کر چکی ہے۔ اس شمارے میں خاص طور پر (۱) پروفیسر عبدالمجید صدیقی (سلطنتِ گولکنڈہ)، (۲) ڈاکٹر میر ولی الدین (فلسفہ)، (۳) سیّد محمد (ہندی جدید کا آغاز)، (۴) عبدالقیدم خاں باقی (انجیل مقدس بحیثیت ادب)، (۵) ڈاکٹر محی الدین قادری زور (جامعہ عثمانیہ کے فرزندوں کی اردو خدمات)، (۶) میر حسن الدین (فلسفۂ برگساں) جیسے مضامین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جلال الدین اشکؔ، اکبر وفا قائی، بدرالدین بدرؔ، عبدالقیوم خاں باقیؔ، محمد امیر کی نظمیں بھی شامل ہیں۔ اس شمارے کے اداریہ میں مدیر لکھتے ہیں:

> ''ایک کثیر تعداد ادبیات، سائنس اور کیمیکل کے شعبوں میں امتیاز حاصل کر چکی ہے۔ ایسے طلبہ کی تصویریں جتنی حاصل ہوسکتی تھیں شائع کردی گئی ہیں۔''(۲)

طلباء کی تصاویر، اہم مقالہ نگاروں کے مضامین اور شاعری کے میدان میں کامیابی حاصل کرنے والے طالب علم شعراء کی نظمیں اس شمارے میں شامل ہیں۔ مجموعی طور پر یہ خاص نمبر اپنے تنقیدی مضامین کی وجہ سے خاصے کی چیز ہے۔ جس سے طلباء کی نمائندگی کا حق بھی پوری طرح ادا ہوجاتا ہے۔

مہاراجہ نمبر، جلد ۱۳ شمارہ ۴

مدیر: احمد خاں نائب مدیر: سیّد حسین رضوی صفحات: ۲۳۰

مہاراجہ کشن پرشاد نے اس خطہ کی پرورش و پرداخت میں اہم کردار ادا کیا۔ اس خاص نمبر کا مقصد ان کے کارناموں کا اعتراف اور انھیں خراجِ عقیدت پیش کرنا بھی ہے۔ اس شمارے کا آغاز ہی مہاراجہ کی باُرعب تصویر سے ہوتا ہے اور اس کا انتساب بھی ان کی عظمت کا ثبوت ہے اور جس سے مہاراجہ کشن پرشاد کی ہمہ جہت، رُعب داب، شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے،

انتساب اس طرح ہے:

''مشرقی تہذیب کے نام جس کی آخری یادگار مہاراجہ آنجہانی تھے اور جو آج بھی عثمانی نوجوان نسل کی متاعِ عزیز ہے۔''

وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے اچھے خطاط، بہترین مصّور، پرُ گوشاعر اور بلند پایہ نثر نویس، اپنی ان علمی و ادبی خصوصیات سے ہٹ کر وہ دریادل، سخی، متواضع مہمان، دوستوں کے غم گسار، رعایا کے ساتھی، فاتحین کے ملجاو ماویٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔اس خاص نمبر میں کل بارہ (۱۲) مضامین شامل ہیں،ان مضامین میں (۱) نرسنگ راج بہادر عالی (حضرت شادات کہاں عالی)، (۲) نواب مہدی نواز جنگ (مہاراجہ بہادر کی سیرت کے بعض پہلو)، (۳) خواجہ حسن نظامی (مہاراجہ بہادر سے ملاقاتیں)، (۴) مولانا عبدالماجد دریاآبادی (مہاراجہ یمین السلطنت کے مشاعرے)، (۵) پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفؔی (اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے)، (۶) ڈاکٹر محی الدین قادری زور (اقبال اور شاد کی مراسلت)، (۷) قاضی عبدالغفار (مہاراجہ بہادر)، (۸) محمد بن علی (مہاراجہ آنجہانی کی سیرت)، (۹) محمد مصلح الدین (مہاراجہ بہادر کے تعلقات اردو کش مشہور شعراء اور ادیبوں سے)، (۱۰) شیخ رحیم الدین کمال (حضرت شاد کی نظم ونظر)، (۱۱) سیّد ابوالحسن قادری (مہاراجہ بہادر کی محفلیں)، (۱۲) مرزا فرحت اللہ بیگ (یادِ رفتگاں) جیسے مشاہیر اہلِ قلم کے مضامین شامل ہیں۔جن سے اعلیٰ حضرت کی تمام حیثیتوں کا علم ہوجاتا ہے۔حصہ نظم کی ابتدا آنجہانی کی ایک رُباعی اور علامہ اقبال کی ایک نظم سے ہوتی ہے جو بذاتِ خود مہاراجہ کی شخصیت کے باوقار ہونے کی تائید ہے۔ان کے علاوہ مسعود علی محوی، نواب ضیاء یار جنگ بہادر، علامہ عبداللہ عمادی، علی اختر، ماہر القادری، سکندر علی وجد اور عبدالقیوم خاں باقی جیسے شعراء کے کلام شامل ہیں۔اس میں نہ صرف حیدرآباد کے شعراء نے آنجہانی کے حوالہ سے نظمیں لکھیں بلکہ باہر سے (علی اختر، ماہر القادری، حالی) ایسے شعراء نے بھی نظمیں کہیں۔

مہاراجہ کشن پرشاد ۱۸رشعبان المعظم ۱۲۸۰ہجری بمطابق ۱۷۱۱نفدار۱۲۷اف کو پیدا ہوئے۔ (۳)

مہاراجہ کی شخصیت کے ہر پہلو نے لوگوں کو مستفید کیا۔آپ کو اردو اور فارسی پر عبور تھا۔آپ کی مثنویوں کے حوالہ سے محمد بن علی رقم طراز ہیں:

''پریم درپن'' اور ''جلوہ کرشن'' کو آپ کی شاعری کا حاصل سمجھنا چاہیے۔یہ دونوں مثنویاں زبان اردو کی چند گنی چنی مثنویوں میں سے ہیں۔'' (۴)

مہاراجہ نے زندگی بھر علمی رجحانات کا ساتھ دیا۔آپ کے اردو کے متعدد شعراء اور ادیبوں سے گہرے مراسم رہے جو آپ کی علم دوستی اور ادب شناسی کی روشن مثال ہیں۔مہاراجہ کے اردو کے ادیبوں اور شاعروں سے تعلقات کے حوالہ سے محمد مصلح الدین لکھتے ہیں:

''شاعری کو تین زمانوں یعنی عصر اصلاح، عصر درمیانی اور عصر حاضر میں تقسیم کردیں تو حضرت شادؔ کا عصر درمیانی میں شمار ہوگا......آسمانِ ہند پر عصر اصلاح سے عصر حاضر تک اردو زبان کے جس قدر بھی درخشندہ ستارے چمکے ان میں مشکل سے ایسے نکل سکیں گے جن سے آنجہانی کے خاص تعلقات نہ رہے ہوں......ان میں الطاف حسین حالؔی، علامہ شبلی، عبدالحلیم شرر، رتن ناتھ سرشار، اکبرالہ آبادی، نظم طباطبائی، داغ، امیر مینائی، حضرت آصف، علامہ اقبال، فانی بدایونی، جوش، جلیل، ماہر القادری، کیفی، عبدالماجد دریاآبادی، نیاز فتح پوری، خواجہ حسن نظامی، مولانا ظفر علی خاں ظفر، ڈاکٹر مولوی عبدالحق، مرزا فرحت اللہ بیگ، مولانا سلیمان ندوی،، سر شیخ عبدالقادر جیسے اصحابِ علم وفن شامل تھے۔'' (۵)

اپنے کلام میں عشقِ حقیقی، فقر وفقیری اور عقیدۂ توحید کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں:

چشمِ وحدت سے دیکھتا ہوں جدھر نظر آتا ہے توہی تو مجھ کو
کفر واسلام کے جھگڑوں سے مُبّرا ہے شاؔد یہ گرفتار تیرا سب سے ہے اے یار جُدا

کشن پرشاد شاؔد کو آنحضرت ﷺ کی ذات سے والہانہ عشق تھا، وہ آپ ؐکی محبت میں سرشار اور بےخود رہتے تھے۔ان کے اشعار آپ کی ذات سے عشق کا بین ثبوت ہیں:

محمدؐ پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے
پیمبروں میں کوئی ایسا آفتابؐ نہیں حضور احمدِ مختارؐ کا جواب نہیں

ملکی امور، ذاتی مشاغل، ہمدردی وایثار ان کا وصف تھا۔دیگر خدمات کی طرح سلطنت میں تعمیری کاموں کی بنا آپ کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔آپ نے صدراعظم کی حیثیت سے بہت سے فلاحی کام کروائے۔عثمانیہ میڈیکل کالج اور ۱۹۲۶ء میں عثمانیہ انجنیرنگ کالج وعثمانیہ ٹریننگ کالج کا آغاز (۱۹۲۹ء) آپ کے دور میں ہوا۔

علامہ محمد اقبال اور مہاراجہ شاد کے درمیان لکھے گئے خطوط اس شمارے کی خاص بات ہیں۔ جو ادارہ اور اردو ادبیات، حیدرآباد کے تعاون سے مجلّہ کی زینت بنے۔ یہ صفحہ نمبر ۲۲۹ اور ۲۳۰ پر موجود ہیں۔

یہ خصوصی رسالہ مہاراجہ کشن پرشاد کی شخصیت اور علمی وادبی کارناموں کے حوالے سے اعتراف کے طور پر شائع کیا گیا۔ اس خاص نمبر کا فائدہ یہ ہوا کہ اُن کے حوالے سے بہت سی معلومات ایک جگہ اکٹھی ہوگئیں۔

سراکبرحیدری نمبر، جلد ۱۵ شمارہ ۳

مدیر: سیّدمحمد اشہد خاں رضوی نائب مدیر: محمد شعیب اللہ خان صفحات: ۱۲۵

اکبرحیدری کا شمار جامعہ عثمانیہ کے معماروں میں ہوتا ہے۔ یہ خاص نمبر اُن کی صلاحیتوں کا اعتراف ہے۔اس خاص نمبر کے ابتداء میں سراکبرحیدری نواب حیدرنواز جنگ بہادر کی تصویر نمایاں ہے۔اس شمارے کا انتساب بھی آپ کے نام ہے اور اس کا آغاز بھی انتساب سے ہوتا ہے۔انتساب میں انھیں خراجِ عقیدت اس طرح پیش کیا گیا ہے:

''سراکبر کی حیات افروز تمناؤں کے نام، جن کی ثمرِ نورس جامعہ عثمانیہ کے نونہال ہیں۔''

اکبرحیدری کے کارناموں اور مدبرانہ صلاحیتوں کے اعتراف میں نو (۹) مضامین اس شمارے میں شامل ہیں۔ان میں (۱) خالدہ ادیب خانم (سراکبر- خالدہ ادیب خانم کی نظر سے)، (۲) رحیم الدین کمال (جدید حیدرآباد کے معمار)، (۳) انواراحمد صدیقی (سراکبر- ماہر مالیات)، (۴) محمد عبدالقیوم خاں باقی (آرٹ اور سراکبر کی زندگی)، (۵) محمد عبدالحق (ہندو مسلم مسئلہ سراکبر کی نظر میں)، (۶) سیّدمحمد یوسف (سراکبر- مصلحِ تعلیم)، (۷) خواجہ حمیدالدین شاہد (سراکبر اور علمی وادبی ادارے)، (۸) محمد مصلح الدین صدیقی (سراکبر- مُدبّر)، (۹) فیض محمد صدیقی (لیڈی حیدری) جیسے دانشور اصحاب کے مضمون بطورِ خاص شامل کئے گئے ہیں۔شاعری میں امجد حیدرآبادی، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، اطہر علی جاوید، اور مرزا عصمت اللہ بیگ کی نظمیں ان کی شخصیت کے گوشوں کو نمایاں کرتے ہیں۔آپ کے اقتصادی رجحانات کے بارے میں تصورات، تعلیمی تصورات، جمالیاتی احساسات، کی بدولت حیدرآباد میں نمایاں تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔اکبرحیدری کے بارے میں خالدہ ادیب خانم اپنے مضمون میں لکھتی ہیں:

''سراکبرحیدری ہندوستان میں سب سے ہوشیار ماہر مالیات ہیں۔''(۶)

انھیں کی کوششوں سے اردو میں اصطلاح سازی کا رجحان پروان چڑھا۔حیدرآباد کے طلباء کو پے در پے مغربی جامعات میں بھیجا گیا۔ وہ صرف نوجوان طالب علم ہی نہیں تھے بلکہ پختہ عمر کے لوگ تھے جو وہاں تحقیقاتی کام کرتے۔ پھر ان کتابوں کو

اردو میں ترجمہ کرتے۔ جامعہ عثمانیہ کے حوالہ سے سر اکبر حیدر کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ خلیفہ عبدالحکیم نے ان کی خدمات کا اعتراف اس طرح کیا ہے:

''جامعہ عثمانیہ'' بے مثل یہ دارالعلوم کر دیا جس نے دکن کو علم وفن کا مرز و بوم
کارنامے جس کے ہیں رشک فرنگ وشام وروم جس کی حکمت اور رواداری کی ہے دُنیا میں دھوم
حیدری کو چھوڑ کر ذکر اس کا لا سکتے نہیں
اس کے معنی ہیں سر اکبر، یاں سے جا سکتے نہیں

(شکریہ احسان، خلیفہ عبدالحکیم، جلد ۱۵، شمارہ ۳، ص ۱۱)

جامعہ کے معماروں میں سر اکبر حیدری کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح ملک کو انگریزی زبان کی غلامی سے آزاد کرنے کی پہلی مرتبہ کوشش کی گئی اور اُردو زبان کو فوقیت دی گئی۔ حیدر آباد کا کوئی علمی وادبی ادارہ نہ ہوگا جس سے سر اکبر کو دلچسپی نہ ہو۔ خواجہ حمید الدین شاہد لکھتے ہیں:

''اردو گشتی کتب خانہ کی شروع ہی سے مالی امداد کرتے رہے اور اس کتب خانہ نے ان کی مالی اعانت سے بہت کچھ ترقی کی اور اس کے بانی نے سر اکبر کی سرپرستی کے اعتراف میں اس کا نام بدل کر ''حیدری گشتی کتب خانہ'' رکھا۔''(۷)

اس جامعہ کی تشکیل وتعمیر اور ترقی سے متعلق آپ کا خطبہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ جامعہ عثمانیہ اور دارالترجمہ کے قیام میں آپ کی کوششوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

جلیل نمبر، جلد ۱۸ شمارہ ۲، ۳

مدیر: حسن الدین احمد نائب مدیر: مصلح الدین صدیقی صفحات: ۳۸۹

جلیل مانک پوری کا شمار حیدر آباد کے قدیم شعرا میں ہوتا ہے، جن کی شاعرانہ صلاحیتوں کے ذریعے حیدر آباد کی فضا میں شعری ذوق پروان چڑھا۔ مجلّہ عثمانیہ کے اس شمارے میں جلیل مانک پوری کی شاعری کے لیے خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ حضرتِ جلیل کی شاعرانہ صلاحیتوں کے حوالہ سے مدیر اپنے اداریہ میں اس طرح کرتے ہیں:

''اردو کی دنیائے شاعری میں غزل گو شعراء کی تعداد شمار سے فزوں تر ہے مگر غزل جو حکایت محبت اور جذبات عشق سے عبارت ہے اس کے حضرت جلیل صحیح معنوں میں اُستاد تھے۔''(۸)

انھیں زبان پر قدرت ہے۔ جلیل کو قدیم اردو شاعری کی روایت کا آخری شاعر کہہ سکتے ہیں اور جلیل کے کلام میں بے ساختگی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ غزل گوئی میں ان کا ثانی شاید ہی کوئی ہو۔ اگر یوں کہا جائے کہ وہ دکن میں غزل گوئی کا آخری مہرہ تھے تو غلط نہ ہوگا۔ اس شمارے میں (۱) احمد عبدالماجد (بیسویں صدی کے شاعروں میں جلیل کا مقام)، (۲) محمد معین الدین (جلیل بحیثیت شاعر)، (۳) نواب ہوش یار جنگ بہادر (جانشین امیر مینائی)، (۴) محمد اعظم (چند لمحے حضرت جلیل کے ساتھ)، (۵) سعیدہ مظہر (حضرت جلیل مرحوم)، (۶) عطاء الدین خان (کلام جلیل تبصرہ نیاز کی روشنی)، (۷) عزیز احمد (حضرت جلیل کا غیر مطبوعہ کلام)، (۸) حفیظ قتیل (جلیل اور جدید شعری رجحانات)، (۹) مولوی صدیق الزماں (ذکرِ جلیل)، مفتی رحیم الدین (حضرت جلیل کا رنگِ تصوف وحکمت)، (۱۰) تمکین کاظمی (اُستاد جلیل کا نظریہ حُسن وعشق)، (۱۱) علی احمد (جلیل اور غزل)، (۱۲) جنید احمد (جلیل اور جدید شعری رجحانات)، (۱۳) غلام حسن (امام الفن کا تاریخی کلام)، (۱۴)۔ عزیز احمد (جلیل کی دنیائے شاعری)، (۱۵) محمد حبیب اللہ وفا (امام الفن جلیل بحیثیت غزل گو)، (۱۶) حافظ حسن احمد

(حضرت جلیل امامِ فن کی حیثیت سے)، (۱۷) مولوی احمد علی (نعت گوئی میں جلیل کا درجہ)، (۱۸) وصی احمد (بیسویں صدی کے شعرا میں حضرت جلیل کا مقام)، (۱۹) حافظ مختار احمد (حضرت جلیل اور اردو شاعری)، (۲۰) محمد احمد (داغ و جلیل)، (۲۱) میر سراج الدین علی (حضرت جلیل بحیثیت مصلح قوم)، (۲۲) مشتاق احمد (روحِ سخن کے دو رنگ)، (۲۳) محمد خلیل اللہ (حضرت جلیل اور نعتیہ شاعری)، (۲۴) سیّد غلام صمدانی (جلیل کی شاعری)، (۲۵) زبیر احمد (خمریاتِ جلیل)، (۲۶) مونس احمد (حضرت جلیل کی اصلاحیں)، (۲۷) سیّد محی الدین احمد (جلیل اور داغ)، (۲۸) محمد خلیل احمد (جلیل بحیثیت امامِ فن) کے مضامین شامل ہیں۔ اسی طرح بطور شاعر بھی انھیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ جلیل کے کلام کا کچھ نمونہ ملاحظہ فرمایئے جس سے ان کے شاعرانہ کمال، لفظ و بیان پر گرفت کا اندازہ ہوسکتا ہے:

حُسن دیکھا جو بُتوں کا تو خدا یاد آیا — راہ کعبے کی ملی ہے مجھے بُت خانے سے
بے نشاں تجھ کو سمجھ کر صبر آ جاتا مجھے — پر یہ مشکل ہے کہ واقف ہوں میں تیرے نام سے

حضرت جلیل کے ہاں تصور، عشق و عاشقی کے درمیان سبھی مضامین ملتے ہیں، سوز و گداز بھی بھرپور موجود ہے:

میں شمع بزم ہوں نہ چراغِ مزار ہوں — راتیں مگر گزرتی ہیں سوز و گداز میں
شام ہوتے ہی کبھی جان سی آ جاتی تھی — اب وہی شب ہے کہ مرمر کے سحر ہوتی ہے

پُرعظمت شاعری اور یہ رومانی سحر آفرینی ان کے عظیم تر احساس کا نتیجہ ہے۔ امام الفن کی وفات کا ماتم دنیائے شاعری میں ہمیشہ رہے گا۔ قدیم طرز کی غزل گوئی کا عدیم النظیر اُستاد تھا۔ امیر مینائی سے آپ کو خاص نسبت تھی۔ حافظ حسن احمد مینائی لکھتے ہیں:

''وہ حضرتِ امیر مینائی کے ان تمام شاگردوں کے امام قرار پا گئے جن میں نامی گرامی شعراء مثلاً ریاض، مضطر، آہ، جگر، حفیظ، وسیم وغیرہ شامل تھے۔''(۹)

انہوں نے غزل گوئی، قصیدہ گوئی، رُباعیات، مسدّس، واسوخت، نعت، نظمیں، واقعہ نگاری، مثنوی، تاریخیں، غرض ہر ایک صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔

مست کر دے مجھے ساقی مگر اس شرط کے ساتھ
ہوش اتنا رہے باقی کہ تجھے یاد کروں

شعر کہنے کا وصف انھیں خوب آتا ہے، انھوں نے درج ذیل شعر میں اُمید کی ایک کیفیت پیدا کی جو کم کم شعراء کو نصیب ہوتی ہے:

مغفرت مجھ سے بادہ کش کی جلیلؔ
شانِ رحمت نہیں تو پھر کیا ہے

حضرتِ جلیل مانک پوری کی خدمات کا اعتراف انتہائی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ جس کے حقیقتاً وہ مستحق ہیں۔

جامعہ عثمانیہ نمبر، ۳۲واں سال، ۶۲واں شمارہ (۱۹۵۹-۱۹۶۰ء)

مدیر: ہاشم حسن سعید — صفحات: ۲۲۲

نائب مدیران: رضاء الجبار، میر عثمان شریف، شمیم دوست علی خاں (خاتون)

اردو رسائل کی عام روش سے ہٹ کر خاص نمبر شائع کرنے میں مجلّہ عثمانیہ نے اپنی پہچان قائم کی۔ مجلّہ کا یہ خاص نمبر جامعہ عثمانیہ نمبر اس اکلوتی اور عظیم درس گاہ کے بارے میں ہے جس نے انگریز سامراج کے دورِ اقتدار میں اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر

اپنایااوراس میدان میں وہ کارہائے نمایاں پیش کئے جن کی وجہ سے یہ جامعہ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ یہ اس تاریخ ساز علمی درس گاہ سے متعلق ہے جو اپنی طرز کی واحد جامعہ ہے اس شمارے میں عبدالمجید صدیقی (سرگزشت جامعہ عثمانیہ)، ڈاکٹر محی الدین قادری زور (جامعہ عثمانیہ کی تاسیس اور اس کا پس منظر) ڈاکٹر محمد غوث (کتب خانہ جامعہ)، رائے جانکی پرشاد (جامعہ عثمانیہ اور اصطلاحات) پروفیسر عبدالقادر سروری (جامعہ عثمانیہ کے اردو تحقیقی مقالے)، ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ (جامعہ عثمانیہ کی اردو تحقیقات) ڈاکٹر حفیظ قتیل (جامعہ عثمانیہ کے چند شعراء)۔ غرض اس طرح کے اور بھی کئی مضامین اس شمارے میں جامعہ کی خدمات کے حوالے سے لکھے گئے ہیں جو جامعہ کی شان بڑھانے کے لیے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ لطیف ساجد، میکش، صمد رضوی ساز، وحید اختر، مخدوم محی الدین، وجد، کنول، خواجہ حمید الدین شاہد، باقی، صلاح الدین نیر اور کئی شعرا کی نظمیں اس جامعہ کی تعریف وتوصیف اور خدمات کے اعتراف سے اپنی دامن کو بھرے ہوئے ہیں۔ غرض پورے کا پورا شمارہ ایک اعتراف ہے۔

اس رسالہ کے شروع میں میر عثمان علی خاں کی تصویر نمایاں ہے اس میں چوں کہ تمام مضامین جامعہ سے متعلق ہیں تو اس کا ذکر مدیر اس طرح کرتے ہیں:

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ جامعہ عثمانیہ نمبر ہے!''(۱۰)

حکیم شمس اللہ قادری کے فرزند سیّد شاہ احمد اللہ قادری کی ایک نظم ''مادر جامعہ'' میں سے ایک بند ملاحظہ ہو:

اس سے قائم ہے زیست کی ہلچل　　عزم اِس سے، اِسی سے حُسنِ عمل
اس سے روشن ہے علم کی مشعل　　اس کے دَم سے دکن ہے نور محل

(۳۲واں سال،۶۲واں شمارہ)

''جامعہ عثمانیہ نمبر'' اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس میں جامعہ سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ جو اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں انھوں نے جامعہ کے مختلف اداروں کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ بادی النظر میں تو یہ مضامین جامعہ کی تعریف وتوصیف کا پہلو لئے ہوئے ہیں لیکن ان کی اہمیت کے حوالے سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس جامعہ کے بارے میں اتنی تفصیل جامعہ کے باہر کے لوگ نہیں جانتے اور آئندہ ہونے والی تحقیق میں بھی یہ شمارہ معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

دکنی ادب نمبر،۳۶واں سال،۶۵واں شمارہ(۱۹۶۴-۱۹۶۶ء)

(آٹھویں خصوصی اشاعت)

مدیر:　　سیّد مصطفےٰ کمال　　صفحات:۳۶۰

نائب مدیران:　　اشرف رفیع (خاتون)، محمد ضیاء الدین صابر

اس شمارے میں دکنی ادب کے حوالے سے تمام گوشوں کو واضح کیا گیا۔ دکنی ادب نمبر کے ابتدا میں درج مضامین نگاروں کے مضامین بطورِ خاص شامل ہیں۔ ان میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں (دکنی یا اردو قدیم)، ڈاکٹر غلام عمر خاں (دکنی کے بعض لسّانی رجحانات)، نصیر الدین ہاشمی (دکنی ادب کا تہذیبی پس منظر)، پروفیسر عبدالقادر سروری (دکن میں اردو نثر کا ارتقاء)، مولوی سیّد محمد (دکن میں تذکرہ نویسی)، ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ (دکنی میں ادب عالیہ کے نمونے)، ڈاکٹر سیدہ جعفر (دکنی غزلیں)، ڈاکٹر رشید موسوی (دکنی مرثیہ ومراسم عزاداری)، اشرف رفیع (اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ)۔۔۔ غرض دکنیات کا کوئی بھی تو پہلو ایسا نہیں جس کے بارے میں مضمون نگاروں نے وضاحت سے اس شمارہ میں نہ بتایا ہو۔ ابتدائی چار مضامین ''دکنی زبان'' اس کی خصوصیات اور لسّانی مسائل پر محیط ہیں۔ جن کے ذریعے دکنی زبان کے مختلف اہم اور نئے پہلو اور خصوصیات کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سروری نے دکن میں اردو نثر کا آغاز وارتقاء میں وجہی تک نثری کارناموں کا جائزہ لیتے ہیں۔ دکنی

شاعری کے اصناف غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، رزمیہ اور رُباعی پر سیر حاصل مضامین شامل ہیں۔

دکنی شعراء (جدید) کے کلام کا انتخاب بھی اس مجلّہ کی زینت کو بڑھاتا نظر آتا ہے، جس طرح جامعہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات کو اُجاگر کرنے کے لئے انھوں نے خاص نمبر نکالا تھا۔ اسی طرح دکن میں خاص طور پر اردو زبان و ادب کے حوالے سے جو کام وقتاً فوقتاً ہوا تھا، اُسے بھی ایک جگہ اکٹھا کرنا ضروری تھا۔ وہ تمام لوگ جو شاگرد یا استاد کی حیثیت سے اس جامعہ کے ساتھ وابستہ رہے ہیں انھوں نے جدید ادبی رجحانات کے ساتھ ساتھ قدیم دکنی ادب کے ان خزانوں کو بھی تلاش کیا ہے جو ایک زمانے میں دکنیت کی پہچان تھے۔ اُردو زبان کی ابتدا میں جس طرح سے صوفیاء کرام کا کردار رہا ہے اور ان کی تخلیقات سے اردو زبان کی ابتدائی شکل اور رجحانات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ ان محققین نے ان گمشدہ قلمی نسخوں کو تلاش کر کے مرتب کیا اور ساتھ ہی قدیم دکنی شاعری کی روایت کو تلاش کیا۔ دکن ہمیشہ اردو زبان و ادب کی حیثیت سے اہم رہا ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے کہ جس نے پورے ملک کی ادبی روایت سے ہٹ کر اپنا انفرادی انداز برقرار رکھا۔ چنانچہ ایسے دور میں جب پورے ہندوستان میں انگریزی زبان کے ذریعہ جدید سائنٹیفک علوم کے حصول کا چرچا تھا ہر طرف انگریزی زبان کے تعلیمی ادارے کام کر رہے تھے، ایسے میں انھوں نے جدید سائنٹیفک علوم کو اپنانے میں بھی جدّت اختیار کی کہ اسے اُردو زبان میں حاصل کرنے کے لئے سہولیات بہم پہنچائیں۔ چنانچہ جامعہ عثمانیہ میں علمی، ادبی و سائنسی حوالوں سے سرگرمیاں جاری رہیں تو ساتھ ہی 'مجلّہ عثمانیہ' نے ان سرگرمیوں میں اضافہ کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

اُردو ادب کا عہدِ جدید نمبر☆

مدیر: سیّد عزیز محمد — صفحات: ۱۵۲

نائب مدیران: سیّد الیاس، متبنہ اختر صدیقی

مجلّہ عثمانیہ کے خاص شماروں میں عہد جدید نمبر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس میں ایک ایسے ادبی مسئلے کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جس بارے ہر دور کا ادیب تعین کرنے میں مصروف رہا ہے۔ اس مجلّہ کے اجراء کے حوالے سے مدیر اداریہ میں رقم طراز ہیں:

> ''عہدِ جدید کے آغاز کے تعین کا مسئلہ کسی قدر پیچیدہ رہا ہے۔ بعض اہلِ قلم کا یہ خیال ہے اس کا آغاز غدر کے بعد سے ہوتا ہے۔ بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ اس کا آغاز غدر سے کچھ پہلے ہی ہو جاتا ہے۔ محترمی ڈاکٹر اعجاز حسین کے نزدیک ''غدر کے بعد کا فقرہ ہی کا واک ہے'' ان کے خیال کے مطابق عہدِ جدید ایک متعینہ وقت یعنی (۱۸۶۷ء) سے شروع ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے بیسویں صدی کی دین سمجھا۔ کچھ ایسے بھی رہے ہیں جن کے نزدیک عہدِ جدید کا آغاز ۱۹۳۶ء سے ہوتا ہے۔''(۱۱)

اس شمارے میں (۱) عبدالقادر سروری (اردو ادب کے عہدِ جدید کے آغاز کا تعین)، (۲) محمد ضیاء الدین (جدید اردو ادب اور ادبی تحریکیں)، (۳) رشید احمد صدیقی (جدید غزل۔)، (۴) عبدالوہاب فرہاد (کچھ اردو نظم کے بارے میں)، (۵) ڈاکٹر سیدہ جعفر (اردو انشائیہ کی مختصر تاریخ)، (۶) سیّد الیاس (جدید اردو نثر کے معمار)، (۷) عبادت بریلوی (اردو تنقید میں نئے تجربے)، (۸) غلام احمد فرقت (عہدِ جدید میں طنز و مزاح کا ارتقا)، (۹) سیّد غلام حسین مضطر (جدید اردو نثر میں طنز و مزاح)، (۱۰) صفی الدین محمد (جدید اردو ناول)، (۱۱) میر عثمان شریف (جدید اردو افسانہ)، (۱۲) محمد یوسف الدین (جدید اردو ادب کے اہم رجحانات)، (۱۳) سیّد عالم خوندمیری (اردو ادب کی موجودہ صورت حال اور اس کا مستقبل)، (۱۴) ڈاکٹر جعفر حسین (تمدّنیات اور ترقی اردو کا مسئلہ۔ ڈاکٹر جعفر حسین)، (۱۵) سیّد عزیز احمد (شفیق الرحمٰن اور

اس کا فن)،(۱۶) محمد ضیاء الدین (روش صدیقی) جیسے دانشوروں کے مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین عہد جدید کے تعین میں یقینی طور پر بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مقالہ نمبر، ۳۹واں سال، ۶۸واں شمارہ (۱۹۶۶-۱۹۶۷ء)

مدیر: زاہدہ ابوالحسن صفحات: ۲۰۸

نائب مدیران: ارشاد علی خاں، سیّد بشارت علی

خاص نمبر کی اشاعت کے سلسلہ میں ''مقالہ نمبر'' اپنی انفرادیت میں کسی بھی خاص نمبر سے کم نہیں۔ اس مقالہ میں بیشتر حصہ طلبہ کے ایم اے کے امتحانی مقالوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقالہ نمبر کی اہمیت بارے مدیر رقم طراز ہیں:

> ''اس کے لیے ادب کی مختلف اصناف اور موضوعات پر لکھے ہوئے تنقیدی اور تحقیقی مضامین منتخب کئے گئے ہیں اور ان مضامین کی بڑی تعداد چوں کہ طلباء کے امتحانی مقالوں سے تعلق رکھتی ہے اس لیے بیشتر موضوعات بھی ایسے ہیں جن پر اب تک کسی نے کام نہیں کیا تھا۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو ''مقالہ نمبر'' کے لیے باعث امتیاز اور موجبِ افتخار ہے۔''(۱۲)

اس رسالہ کے تمام مضامین کو مختلف حصوں میں منقسم کیا گیا ہے یعنی لسّانیات، تحقیقات، نظریات، نقدِ شعر، نقدِ نثر، شخصیت اور کارنامے اور آخر میں سفینۂ اُردو کی تعلیمی سرگرمیوں کا احوال ہے۔

اس مقالہ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس میں جامعہ کی بیرونی عمارت کی تصویر کے برعکس اس بار اندرونی حصہ کو نمایاں کیا گیا ہے جس کے بارے مدیر رقم طراز ہیں:

> ''مجلّہ کے سرورق پر اب تک جامعہ کی بیرونی عمارت ہی پیش کی جاتی رہی ہے اس بار ہم نے اندرونی عمارت کی ایک سادہ مگر خوبصورت تصویر منتخب کی ہے۔ جس میں جامعہ کا انٹرنس ہال اور دوسری منزل کا زینہ جلوہ گر ہے۔''(۱۳)

تحقیقات کے حصہ میں بدیع حسینی کا مضمون ''دکنی ادب میں مستعلمہ ضرب الامثال''۔ زاہدہ حسن کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ ''مجمع الانتخاب''۔ طیب انصاری ''حیدر آباد کے اردو ادبی رسائل''۔ لسّانیات میں ملک ساغر حسین کا ''دکنی اور پنجابی کا تقابلی مطالعہ''۔ ایم اے علی بیگ کا ''اردو کے مختلف نام''۔ نقدِ شعر میں موسیٰ کاظم کا ''توفیق حیدر آبادی''۔ اشرف رفیع کا ''نظم کی غزل''۔ مصطفیٰ کمال ''جلیل مانک پوری''۔ داؤد اشرف ''سرخ سویرا کی شاعری''۔ نقدِ نثر میں احمد جلیس کا ''عصمت چغتائی کا فنی شعور'' اور اسی طرح حمیرہ جلیلی کا ''نصیر الدین ہاشمی کی ادبی خدمات'' ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ تمام مضامین اپنی اپنی نوعیت میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اب تک ادبی رسائل اور کسی علمی ادارے کے تحت شائع ہوئے رسائل میں کسی نے اس ادارے میں لکھے گئے تحقیقی مقالات کو اتنی اہمیت نہیں دی کہ اس کے حوالے سے خاص نمبر نکالیں۔ عموماً رسائل میں اس ادارے کی مجموعی علمی و تحقیقاتی سرگرمیوں کے بارے میں مضامین تو لکھے جاتے ہیں علیحدہ مقالات شائع نہیں ہوتے۔ یہ مجلّہ عثمانیہ کی خصوصیت ہے کہ اس نے ادارے کے تحت لکھے گئے طلباء کے مقالہ جات کا انتخاب شائع کیا ہے۔

ان خاص نمبر میں حیدر آباد اور وہاں کی اہم شخصیات کو خاصی اہمیت دی گئی۔ ہر مدیر نے ہر خاص نمبر کو جدید تر بنانے کی کوشش کی۔ نہ صرف مجلّہ کے خصوصی نمبر بلکہ اس کی ابتدائی جلد سے ہی اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ اس کا معیار دیگر رسائل سے کم نہ ہو۔ ایک ادبی رسالے کی بنیادی خوبیوں کو اپناتے ہوئے اس میں ہر صنف ادب کو جگہ دی گئی۔ دوسرے نو مشق

لکھاریوں کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی۔اس میں نہ صرف تنقیدی بلکہ تحقیقی مضامین بھی شامل ہوتے تھے جو اس مجلّہ کی خوبی اور برتری ہے۔مجموعی طور پر اس رسالہ کا رجحان علمی و تحقیقی مضامین کی طرف تھا۔ادب کی ہر صنف اور ہر شخصیت پر جامعہ کے طلباء کی نظر میں تھیں اور انھوں نے ہر مضمون کے تقاضا کو خوبی سے نبھایا۔اس مجلّہ نے ہر صنف کے لکھنے والوں کی پرورش و پرداخت میں بھرپور کردار ادا کیا۔مجلّہ عثمانیہ کے تمام خصوصی نمبر اپنی مثال آپ ہیں۔اپنی ضخامت اور معیار کے حوالہ سے آج بھی اہم علمی و تحقیقی رسائل سے کم اہمیت کے حامل نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ بدرالدین شکیب،''اداریہ'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۶ شمارہ۳،۴،۱۹۳۴ء

۲۔ ایضاً

۳۔ نرسنگ راج عالی۔''حالاتِ زندگی'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۱۳شمارہ۴،مہاراجہ نمبر،۱۹۴۰ء،ص۴

۴۔ محمد بن علی۔''مہاراجہ آنجہانی کی سیرت'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۱۳شمارہ۴،مہاراجہ نمبر،۱۹۴۰ء،ص۱۴۵

۵۔ محمد مصلح الدین۔''مہاراجہ بہادر کے تعلقات اردو کے مشہور شعرا اور ادیبوں سے'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۱۳شمارہ۴،مہاراجہ نمبر،۱۹۴۰ء،ص۱۷۵

۶۔ خالدہ ادیب خانم۔''سراکبر-خالدہ ادیب خانم کی نظر میں'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۱۵شمارہ۳،حیدری نمبر،۱۹۴۲ء،ص۲

۷۔ خواجہ حمیدالدین شاہد۔''سراکبر اور علمی و ادبی ادارے'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۱۵شمارہ۳،حیدری نمبر،۱۹۴۲ء،ص۸۶

۸۔ حسین احمد۔''امام الفن حضرت جلیل'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۸شمارہ۲،۳،جلیل نمبر،۱۹۴۶ء،ص الف

۹۔ حافظ حسن احمد مینائی۔''حضرت جلیل امامِ فن کی حیثیت سے'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،جلد۸شمارہ۲،۳،جلیل نمبر،۱۹۴۶ء،ص۲۳۵

۱۰۔ ہاشم حسن سعید۔''سخن ہائے گفتنی'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،۳۲واں سال،۶۲واں شمارہ، جامعہ عثمانیہ نمبر،۱۹۶ء،ص الف

۱۱۔ سیّد عزیز احمد۔''اداریہ'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،عہد جدید نمبر

۱۲۔ زاہدہ ابوالحسن۔''اداریہ'' حیدرآباد دکن:مجلّہ عثمانیہ،مقالہ نمبر،۶۷-۱۹۶۶ء،ص۱۰

۱۳۔ ایضاً،ص۱۲